مولانا برق التوحیدی
دارالعلوم اثریہ فیصل آباد

قسط نمبر ۱

تحریکِ وہابیت کا اصل حریف
سکھ یا انگریز؟
انگریز شہادتوں کی روشنی میں!

ہمارے ہاں یہ چیز عام پائی جاتی ہے کہ کسی کی چیز پر قبضہ کر لیا جاتا ہے اور اسے دھاندلی سے اپنی ملکیت باور کرایا جاتا ہے۔ کسی کا کام ہو اس کا سہرا اپنے ماتھے باندھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ یعنی کسی کے کام پر کریڈٹ لینے کی تگ و دو کی جاتی ہے۔ مثال کے طور پر ماضی میں چلنے والی تحریکِ ختمِ نبوت کا مطالعہ فرمائیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ جن لوگوں نے اس تحریک کا سنگِ بنیاد رکھا وہ ابن الوقتوں کے غلط پروپیگنڈہ کی بدولت تاریخ میں صحیح مقام حاصل ہی نہ کر سکے بلکہ انہیں قومی تاریخ کے اوراق سے عمداً حرفِ غلط کی طرح مٹا دینے کی کوشش بھی کی گئی لیکن درحقیقت یہ کوئی کارنامہ نہیں بلکہ تاریخ سے بددیانتی و خیانت ہے تاہم کوئی سلیم الفطرت مؤرخ ان مجاہدینِ ختمِ نبوت کا نام لیے بغیر تحریکِ ختمِ نبوت کی تاریخ کی تکمیل نہیں کر سکتا ——— کون نہیں جانتا کہ مرزا قادیانی کے متعلق سب سے پہلے کفر کا فتویٰ شیخ الکل سید نذیر حسین محدث دہلویؒ نے دیا تھا! ——— کسے معلوم نہیں کہ سب سے پہلے مرزا سے مناظرہ کرنے والے مولانا محمد حسین بٹالویؒ تھے ——— اور یہ بات کسے معلوم نہیں کہ مرزا نے اپنی تحریروں اور تقریروں میں جن لوگوں کو اپنا دشمنِ اولیں حریف کہا وہ شیخ الکل، مولانا بٹالوی اور مولانا امرتسری مرحوم ہی تو تھے۔ اور کسے یاد نہیں کہ مرزا کے خلاف سب سے پہلے تحریری و تقریری محاذ "اشاعۃ السنۃ" (مولانا بٹالوی) اور "اہلحدیث" (مولانا امرتسری) نے شروع کیا ——— ان تمام حقائق کو نظر انداز کر دینا اور ان کی جگہ خرافات کو

دینا یقیناً فطرت سیئہ کا مظہر ہے اور آفتاب کے سامنے چراغ جلانے کے مترادف ہے۔

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

ہم علیٰ وجہ البصیرت کہہ سکتے ہیں کہ مرزا کے دعویٰ نبوت وغیرہ سے لے کر ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء تک بہائے گئے خون کے سمندر کو دیکھئے، اس میں آپ کو ایک ایسی لہر نظر آئے گی جس میں نہ پانی کی ملاوٹ ہے نہ پیپ کی آلائش —— اور یہ صاف و شفاف خون ان مذکورہ بزرگوں اور ان کے عقیدتمندوں کا دیا ہوا ہے جو اس تحریک کیلئے ہمیشہ خونِ جگر کی حیثیت سے باقی رہا۔ لیکن افسوس آج خون کو نکال کر تحریک کے جسدِ خاکی کو پھر انگریز کے پروردہ حواریوں کے سپرد کرنے کی ناکام کوشش کی جارہی ہے۔ اگرچہ یہ کوشش بیتِ عنکبوت سے بھی کمزور ہے۔

ماضی نہیں، حال ہی کی طرف دیکھئے، تحریکِ نظامِ مصطفیٰ چلی، ہر ایک نے حسب استطاعت اس میں حصہ لیا۔ اوائل تحریک میں لوگوں نے سمجھا کہ جبہ و دستار والے بھی اس تحریک میں مخلص ہیں، لیکن بعد میں دودھ کا دودھ، پانی کا پانی ہوگیا اور لوگوں نے دیکھا کہ انکا مقصد محض حصول اقتدار تھا الا ماشاءاللہ جبکہ کوئی دیانتدار مؤرخ اس مکتبِ فکر کو کبھی فراموش نہیں کرسکتا جس نے اس تحریک میں بے لوث حصہ لیا کہ نہ کوئی لالچ تھا نہ ہی خوف و خطرہ کیونکہ وہ نظامِ مصطفیٰ لانے میں مخلص ہے —— لیکن افسوس کہ تاریخی ابن الوقت آج پھر حسبِ روایت "تحریکِ نظامِ مصطفیٰ" کے کتابچے لکھ کر اس مقدس گروہ کی تمام کوششوں کو نہ صرف اپنی جھولی میں ڈالنا چاہتے ہیں بلکہ اسے صفحۂ تاریخ سے بھی مٹانے کے درپے ہیں۔ انا للہ!

ہمیں معلوم ہے کہ عنقریب یہ لوگ حسبِ سابق ان تمام کارناموں کو اپنے اکابر کے نام تھمائیں گے۔ لیکن یہ درا صل ان پر الزام ہوگا۔

جیسا کہ ہم نے سطورِ بالا میں مختصر طور پر بتایا کہ بعض لوگ موروثی طور پر اپنی اس عادت سے مجبور ہوتے ہیں کہ وہ کسی کے کام کو اپنے سر باندھیں چنانچہ ایک مخصوص گروہ مجاہدین آزادی کی کوششوں اور انکی جدوجہد کے نتائج و ثمرات کو چوری کرنے کی کوشش کر رہا ہے اور الٹا ان کو انگریز ایجنٹ بنانے کی سعی نامشکور کی جارہی ہے —— ایسی راہزنی و ڈاکہ زنی کی وارداتیں پہلے بھی متعدد مرتبہ ہوچکی ہیں اور تاریخ کے سارقوں نے ایک مرتبہ پھر "مکمل تاریخ وہابیہ" کے نام سے عمارت حق و جہاد میں نقب زنی کی ہے۔ نقب زن ابوالحسان قادری ہیں۔ سلسلۂ قادریہ کی طرف انکی نسبت کو تو اس سلسلہ کی توہین ہی کہا جاسکتا ہے۔ باقی رہا لفظ حسان، تو حضرت حسان رضی اللہ عنہ کفار کو مسلمانوں کی طرف سے جواب دیتے تھے، لیکن یہ حضرت مسلمان کہلا کر مسلمانوں کو گالیاں

بکتے ہیں —— کتاب کیا ہے، ہفوات و لغویات کا مجموعہ ہے، مغلظات و تبرات کا ذخیرہ ہے۔ کوئی شریف آدمی پڑھے تو ندامت کے مارے سر جھکا دے۔ البتہ بازاری لوگوں کے نصاب میں اسے ضرور شامل ہونا چاہیے تاکہ مستفید ہوں اور انکی لغت میں مزید اضافہ ہو۔

اس مجموعۂ غلاظت کا ٹارگٹ اور مرکزی نقطہ یہ ہے کہ وہابیوں پر انگریز نوازی کا الزام لگایا جائے اور اپنے سر پر مجاہدینِ آزادی کا تاج رکھ لیا جائے جبکہ بادشاہوں کے تاج بادشاہوں کے سر پر ہی سجا کرتے ہیں اور حقائق کبھی نہیں مٹتے، ہاں انہیں مٹانے کی کوشش کرنے والے خود مٹ جایا کرتے ہیں۔

چنانچہ سرِ دست ہم تحریک کے مالہ و ماعلیہ سے قطع نظر صرف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ انگریز کا حقیقی دشمن کون تھا؟ انگریز سے لڑائی کس نے لڑی؟ برطانوی سامراج کن کی کوششوں سے ہندوستان سے نکلا؟ تاکہ کوئی جعلساز لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونک کر انگریز دشمنی کا تمغہ اپنی جیب میں نہ ڈال لے —— اس سلسلہ میں اگر ہم اپنا دعویٰ مع خارجی دلائل ہی کریں یا ان دھوکہ دہی کے مرتکبین کے انجر پنجر کو ہی ہلاتے جائیں تو شاید طوالت کے علاوہ اتنا مفید بھی ثابت نہ ہو۔ لہٰذا ہم اختصار کے پیشِ نظر صرف انگریز ہی سے پوچھتے ہیں کہ اس کا دشمن کون تھا؟ بنا بریں ہم انگریز رپورٹوں پر ہی اکتفا کریں گے جو آج تک محفوظ ہیں اور جن سے واضح ہو جائیگا کہ قادیانیوں کی طرح انگریز اپنا اصلی حریف کن کو سمجھتا تھا اور اس کی سیاسی روکاوٹ اور مصیبت کون لوگ تھے؟ چنانچہ ہم "ہندوستان میں وہابی تحریک" کے واسطہ سے چند ایک اقتباسات بالاختصار پیش کرتے ہیں۔ لیکن اس سے قبل ایک اور شبہ کا ازالہ ضروری ہے جسے بعض مقامات پر قادری صاحب نے بڑے زور سے پیش کرنے کی کوشش کی ہے کہ ان مجاہدین کی اصل محاربت انگریز سے نہیں سکھوں سے تھی۔ حالانکہ یہ بات سراسر خلافِ واقعہ ہی نہیں، تاریخی بددیانتی پر مبنی ہے۔ کیونکہ تحریک کے جتنے محاربات ہیں، ان میں سے اکثر اگرچہ سکھوں اور سرحد کے بعض سرکش سرداروں کے خلاف تھے۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ سید احمد شہید ملک کے خطرے کی اصل جڑ انگریز سے بے فکر تھے البتہ معرکوں کا دوسرا سلسلہ حکومتِ برطانیہ کے خلاف کچھ بعد میں شروع ہوا اور ۱۸۵۲ء سے لیکر ۱۸۶۳ء تک جاری رہا۔ اس عرصہ میں کئی خونریز جنگیں بھی لڑی گئیں —— یہ بات خود سید احمد شہید کے خطوط سے بھی واضح ہوتی ہے کہ آپ کے اصل حریف سکھ ہی نہیں انگریز بھی تھے۔ مثلاً آپ اپنے مکتوب بنام سکندر جاہ حیدرآباد کے نام لکھتے ہیں:

"مشیت ایزدی سے ہندوستانی مشرکین اور یورپی کفار نے کئی معزز و موقر لوگوں کی زمینوں پر تغلب و تصرف کر لیا ہے۔ اہلِ علم و اہلِ صدق کی شان اور وقار کو خاک میں ملا دیا ہے:

اس کے علاوہ آپ اپنے ایک اور مکتوب میں، جو آپ نے شاہ بخارا کو لکھا تھا، فرماتے ہیں:

"کفار فرنگ کہ بر سر ہندوستان تسلط یافتہ اند نہایت تجربہ کار و ہوشیار و حیلہ باز و مکار اند۔ اگر بر اہل خراسان بیایند بہ سہولت تمام جمیع بلاد آنہا را بہ دست آرند۔ باز حکومت آنہا بولایت آنجناب (یعنی بخارا) متصل گردد و اطراف دار الحرب بہ اطراف دار السلام متحد شود۔" (مکاتیب صفحہ ۵۵)

اس مقام پر فرنگی کا لفظ خاص طور پر غور طلب ہے جو کہ سید صاحب کے نظریہ جہاد کو اظہر من الشمس کرتا ہے۔

اسی طرح سید صاحب غیور اور حریت پسند مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں:

"سبحان اللہ، کسانیکہ تخریب شعائر اسلام از دست کفار لیام می بینند و می شنوند باز غیرت ایمانی در دل ایشاں جوش نمی زند و حمیت اسلامی در سینہ ایناں خروشی نمی کنند چگونہ ادعائے ایمان می نمایند و جان خود را در زمرہ محمدیاں شمارند۔ آری باحمیت دنیا مخالفت بیدار و حق پرستی با ہوا پرستی متضادات۔"

سید صاحب انگریزوں کے وجود نامسعود سے برصغیر کو پاک کرنا اپنا مذہبی فریضہ سمجھتے تھے۔ چنانچہ دوست محمد خان والی کابل کے نام اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

"کفرہ ہند و فرنگ بالفعل بر آں (ہندوستان) مسلط گردیدہ پس استخلاص بلاد مذکورہ از دست آنہا بر ذمہ جماہیر اسلام عموماً و مشاہیر حکام خصوصاً واجب مؤکد میگردد کہ سعی و کوشش در مقابلہ آنہا بجا آرند تا وقتیکہ بلاد مسلمین را از قبضہ ایشاں بر آرند و الا آثم و گنہگار میشوند۔"

اسی طرح ایک اور خط میں لکھتے ہیں کہ:

"بنا بریں علیہ احوال نکبت مآل تجبر کفرہ فرنگ و تعدی مشرکین ہند بسمع مبارک رسانیدہ باشد تا غیرت ایمانی کہ موروث از اسلاف کرام است بجوش آید و اساس اہل کفر و ضلال را از پا بر انداز د و جمعیت جنود ابلیس لعین را برہم زند و رونق بازار اہل کفر و شرک بشکنند۔"

ان خطوط سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ کفار، فرنگ، نصاریٰ، نکوہیدہ خصال، بیگانگان، بعید الوطن اور تاجران متاع فروش سے وطن کو ہمیں آزاد کرانا ہے۔ کیا ان تصریحات و تشریحات کی روشنی میں کوئی باور کر سکتا ہے کہ تحریک جہاد کا مقصد صرف سکھوں سے نبرد آزمائی تھا؟ نہیں بلکہ مجاہدین کا

مقصود بالذات کفار، فرنگ، نصاریٰ اور انگریز تھے۔

یہ چند ایک خطوط ہم نے "مشتے نمونہ از خروارے" کے طور پر پیش کئے ہیں ورنہ سید احمد شہیدؒ کے متعدد ایسے مکتوبات ہمارے پیش نظر ہیں جن سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا اصل انگریز تھے، سکھ نہیں۔ لیکن ہمارے پیش نظر اس کو اس انداز سے ثابت کرنا نہیں۔ اس لئے ہم اس پہلو کو سمیٹتے ہوئے ایک دو خطوط پر ہی اکتفا کریں گے۔ ورنہ جس شخص کو سید صاحب کے ان خطوط کی مفصل روئیداد مطلوب ہو وہ "مکاتیب سید احمد شہیدؒ" نامی کتاب کی طرف رجوع کرے جس میں تقریباً آپ کے جمیع مکتوبات لکھ دیئے گئے ہیں۔ اس سلسلہ میں آپ کی سیرت یا تحریک وہابیت پر لکھی گئی دوسری کتب بھی قابلِ مراجعت ہیں۔ چنانچہ ہم ایک خط کا متن بالاختصار قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں جو آپ نے راجہ ہندو راؤ برادر نسبتی مہاراجہ دولت راؤ سندھیا گوالیار کو لکھا:

"جذبات اتحاد و وداد کے اظہار کے بعد واضح ہو کہ میں ایک غریب آدمی رب العالمین کے کچھ بندوں کے ساتھ پشاور کے اطراف میں دین اسلام کی خدمات کی بجا آوری اور سید المرسلینؐ کی امامت کے مقصد کی حمایت میں مصروف ہوں اور اپنی مساعی کے ثواب کا منعمِ حقیقی کی بارگاہ سے متوقع و آرزو مند ہوں — آپ کی نظرِ عالی میں ظاہر ہے کہ دور دراز ممالک سے اجنبی لوگ زمان و مکان کے فرمانروا ہو گئے ہیں اور سوداگروں اور بنیوں نے حاکمیت و سلطنت کا مرتبہ حاصل کر لیا ہے۔ انہوں نے بڑے بڑے امرائے ذی شان کی زمین اور عالی جاہ رئیسوں کی ریاستیں برباد کر دی ہیں اور ان کے وقار و اقتدار کو بالکل خاک میں ملا دیا ہے۔ چونکہ صاحبان مملکت و ریاست گوشۂ خمول میں جا بیٹھے ہیں۔ اس لئے چند غریب اور عاجز لوگوں نے مجبور ہو کر کمرِ ہمت باندھ لی ہے۔ عاجزوں کی یہ جماعت رب العالمین کے دین کے مقصد کی انجام دہی کیلئے اٹھ کھڑی ہوئی ہے نہ کہ مال و دولت کے لالچ سے۔ جونہی ہندوستان کی سرزمین ان اجنبی دشمنوں سے پاک ہو جائے اور اس جماعت کی مساعی اس کے مقاصد کے حصول میں کامیاب ہو جائیں، ریاست اور نظامِ حکومت کے عہدے اور دفاتر ان کے طلبگاروں کے حوالے کر دیئے جائیں گے اور ان کی طاقت و اقتدار کی جڑیں مضبوط ہو جائیں گی۔ یہ عاجز جماعت عالی مرتبہ مقتدر رؤسا و امراء سے صرف یہی چاہتی ہے کہ وہ دل و جان سے اسلام کے مقاصد کی اعانت و حمایت کریں اور اپنے تختِ حکومت پر تابش و برقرار رہیں۔ اگرچہ بظاہر درویشوں کا یہ گروہ ساز و سامان سے قطعاً محروم

ہے۔ تاہم رب العالمین کی ربوبیت وحفاظت سے جو اسے حاصل ہے، راضی ومطمئن ہے وہ جاہ ووقار کی خواہشوں اور آرزوؤں سے متنفر اور مال و دولت کی غرض وطمع سے آزاد ہے۔ وہ حال ومستقبل میں ذاتی اور نفسانی خواہشوں کی تسکین کی ہوس نہیں رکھتا۔ وہ ان تمام پرانے رؤساو امرا کی، جو اس کی اعانت وحمایت کریں گے، حکومت کی جڑیں مضبوط کردیگا۔" الخ

اس مکتوب گرامی سے متعدد اشارات اور حقائق کا علم ہوتا ہے۔ بالخصوص یہ بات پایۂ ثبوت تک پہنچ جاتی ہے کہ اس مقدس تحریک کو کوئی لالچ یا طمع نہیں تھا۔ اور یہ حقیقت ہے کہ اگر وہ کوئی ذاتی مفاد حاصل کرنا چاہتے تو انگریز بہت کچھ دینے کے لئے تیار تھا لیکن انہوں نے سب کچھ جوتے کی نوک سے ٹھکرادیا۔ لیکن آج انگریز کے وظیفہ خواروں کو مجاہدینِ آزادی کے القاب سے نوازا جا رہا ہے اور ان حقیقی مجاہدین کو پسِ پردہ رکھا جا رہا ہے۔ فیاللعجب!

اس مکتوب سے جو دوسری بات معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ مجاہدین نے سکھوں سے انگریز کے مقابلہ میں دستِ صلح تو بڑھایا ہے لیکن سکھوں کے خلاف انگریز سے تعاون کی بھیک کبھی نہیں مانگی۔ جس سے واضح ہوتا ہے کہ مجاہدین کا اصل مقصد حکومتِ برطانیہ کی بیخ کنی تھا۔ اور دوسری طرف ہمیں مجاہدین کے خلاف سکھ اور انگریز ایک صف میں کھڑے نظر بھی آتے ہیں۔ یعنی انگریز نے بھی مجاہدین ہی کو اپنا اصلی حریف سمجھتے ہوئے سکھوں کو حلیف بنایا، جیسا کہ ہم ابھی ثابت کریں گے۔ بہر حال آپ اپنے ایک اور طویل مطبوعہ خط میں یوں رقمطراز ہیں:

۱۔ رنجیت سنگھ اور کمپنی جیسی طاقت اور وسائل ہمیں میسر نہیں مگر تم سے کس نے کہا کہ امام اس قلیل طاقت سے لاہور اور کلکتہ پر چڑھائی کا ارادہ رکھتا ہے؟

۲۔ میرا اصل مقصد جہاد قائم کرنا ہے اور جنگ کو ہندوستان میں جاری رکھنا ہے اور سرزمینِ خراسان میں بیٹھے رہنا نہیں۔

۳۔ عیسائی کفار جنہوں نے ہندوستان پر قبضہ کر رکھا ہے، بڑے عیار اور دغاباز ہیں۔

۴۔ بد نہاد عیسائیوں اور بدبخت مشرکین نے ہندوستان کے بہت بڑے حصوں پہ دریائے سندھ کے ساحل سے سمندر کے سواحل تک جو چھ مہینوں کی مسافت ہے، تسلط جما رکھا ہے۔" (نسخہ مخطوطہ پٹنہ یونیورسٹی بحوالہ ہندوستان میں وہابی تحریک")

لیکن ستم ظریفی یہ کہ بعض مطبوعہ خطوط میں کسی مصلحت کے تحت "رنجیت سنگھ" کے بعد "کمپنی" اور "لاہور"

کے بعد ”کاکتہ“ کو حذف کر دیا گیا اور اسی طرح ”ہندوستان میں جہاد“ کی جگہ ”سکھوں کے خلاف جہاد“ لکھ دیا گیا اور ”عیسائی کفار“ کے عوض ”دراز موکفار“ (سکھ) درج کر دیا گیا۔ جبکہ ”سمندر کے سواحل“ کی جگہ ”دہلی“ درج کیا گیا اور ”چھ مہینوں کی مسافت“ کو ویسے ہی حذف کر دیا گیا۔

اس مصلحت بینی کا بوجھ اگر جعفر تھانیسری پر ڈالا جائے تو وہ اس سلسلہ میں مجبور نظر آتے ہیں کہ جب انہوں نے کتاب لکھی، اس وقت ابھی انگریز کا تسلط باقی تھا اور ایسا کوئی مواد شائع نہیں ہو سکتا تھا۔ لہٰذا وہ واضح طور پر نہ لکھ سکے۔ لیکن زیادہ افسوس ان نیم مورخین پر ہے جو پے در پے ان الفاظ کو صیغۂ راز میں رکھتے رہے۔ اور الرحمت بایں ہمارسید کہ بعض من چلے یہ کہتے دکھائی دیتے ہیں کہ تحریک وہابیت کے محاربات سکھوں کے ساتھ تھے، انگریزوں سے نہیں۔ حالانکہ مندرجہ بالا اقتباسات اس بات کی بیّن اور واضح دلیل ہیں کہ سکھوں سے زیادہ دشمنی مجاہدین کی انگریز سے تھی۔ کیونکہ مجاہدین ان کو مذہب و وطن کے بیک وقت اور زیادہ حریف تصور کرتے تھے۔ ہاں البتہ انگریز کی سرکوبی کیلئے سکھوں کا تعاون حاصل کیا لیکن انگریز کے تعاون کی کبھی خواہش نہ کی۔ باوجودیکہ انگریز اپنی جگہ پر سکھوں کو اپنے لئے ایک روکاوٹ تصور کرتے تھے اور سکھ انگریزوں کو اپنے لئے خطرہ سمجھتے تھے۔ لیکن عجیب بات یہ ہے کہ آپس میں اس ذہنی بُعد کے باوجود تحریک وہابیت کے خلاف دونوں یکساں نظر آتے ہیں۔ اور درحقیقت اگر تحریک کے پس منظر اور حالات کا بہ نظرِ عمیق تجزیہ کیا جائے تو یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ تحریک دراصل برطانوی استعمار کے خلاف تھی اور سکھوں کو وہ دراصل زیادہ تر مذہبی حریف سمجھتے تھے جبکہ انگریز کو سیاسی بھی!

اس بات کی تقویت مسٹر ابوٹ اور ولایت علی کی گفتگو سے بھی ملتی ہے۔ جب ”لاٹ“ نے کہا کہ کیا تم عظیم آباد کے باشندے ہو؟ کیا تم انگریز کی رعایا نہیں؟ تو اس ملک میں کیوں آتے ہو؟ تو آپ نے جواب دیا،

”اپنے دین کی رو سے ہم کو کافروں سے لڑنا ہے۔ سکھ ہمارے دشمن ہیں اس لئے ہم ان سے لڑنے آئے ہیں۔“

لاٹ نے جواب دیا، ”یہ ملک تو انگریزوں کا ہے، اب تم کیا کرو گے؟“

انھوں نے کہا، ”ہم کابل چلے جائیں گے۔“

مگر لاٹ نے کہا، ”وہ ملک کابل تک یاغستان (آزاد) ہے۔ اگر تم وہاں چلے جاؤ گے تو پھر سازش کرو گے اور انگریزوں سے لڑنے لگو گے، اس لئے میں تم کو وہاں جانے کی اجازت نہیں دے سکتا۔“ الخ

اس اقتباس سے یہ شبہ نہیں کیا جا سکتا کہ مجاہدین کے اصل حریف سکھ تھے۔ کیونکہ یہ ان کے اصل مقصد پر پردہ ڈالنے کے لئے ایک سہل عذر تھا ورنہ انگریز خود ان کے اصل مقصد (انگریزوں سے جنگ) سے خوب واقف تھے اور یہ حقیقت لاٹ کے جواب سے بھی ظاہر ہوتی ہے! (جاری ہے)